فجر کی سنتیں پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل امور کے بارے میں:

(۱) اگر فجر کی نماز کھڑی ہو جائے تو سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(۲) فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنی رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد پڑھی جاسکتی ہیں یا طلوع کے بعد پڑھی جائیں؟

(۳) بعض حضرات (یعنی غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ اگر سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنی رہ جائیں تو ان کو فرضوں کے فوراً بعد پڑھنا چاہیے اور دلیل میں ترمذی کی یہ روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے: ''محمد بن ابراہیم اپنے دادا قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نکلے پس نماز قائم کی گئی پس میں نے ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ پھرے پس انہوں نے مجھے نماز پڑھتا ہوا پایا انہوں نے کہا اے قیس! رک جاؤ کیا دو نمازیں اکٹھی ہیں میں نے کہا میں نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوئی حرج نہیں''۔ (ترمذی، ج۱ ص۵۷) اس حدیث کا جواب کیا ہے؟ بینوا و توجروا

سائل: رب نواز

متعلّم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

الجواب و بیدہٖ ازمّۃ الحق و الصواب

و فی التنویر و شرحه: اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا شتغاله بسنتها ترکها ...... و الا بان رجا ادراك رکعة فی ظاهر المذهب و قیل التشهد ...... لا یترکها بل یصلیها عند باب المسجد و قال الشامی تحت قوله: قلت لکن قواه فی فتح القدیر ...... من ادرك رکعة من الظهر مثلا فقد ادرك فضل الجماعة و احرز ثوابها کما نص علیه محمد وفاقالصاحبیه و کذا لوادرك التشهد یکون مدر کالفضیلتها علی قولهم ...... و قد اتفقوا علی ادراکه بادراك التشهد فیاتی بالسنة اتفاقا ...... (عند باب المسجد) فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلٰوة یصلیها فی المسجد خلف ساریة من سواری المسجد و اشدها کراهة ان یصلیها مخالطا للصف ...... و الحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان یاتی بها فی بیته (شامی، باب ادراك الفریضة، ج۱، ص۵۳۰، کوئٹہ)، و فی العالمکیریه (ج۱، ص۱۲۰)، و فی الجوهره (ص۷۱)، و فی البحر و الخلاصه: ان السنة فی رکعتی الفجر ثلٰثة، احدها ان یقرأ فی الرکعة الاولٰی قل یا ایها الکٰفرون و فی الثانیة الاخلاص و الثانی ان یاتی بهما فی بیته و الثالث ان یاتی بهما اول الوقت (حاشیه ابوداؤد، ج۱، ص۱۷۸، باب رکعتی الفجر)، و فی الشامیه: لا یقضی سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فیقضیها تبعا لقضائه لو قبل الزوال و اما اذا فاتت وحدهلفلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهیة النفل بعد الصبح (ج۱، ص۵۳۰)، و فی الترمذی قوله علیه السلام: من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس (باب ما جاء فی اعادتهما بعد طلوع الشمس، ص۵۷)، و فی الصحیح للبخاری، قوله علیه السلام: لا صلٰوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس (ج۱، ص۸۳)، ایضًا نهٰی عن الصلٰوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس (ج۱، ص۸۲، بخاری شریف)، عن عبداللّٰه (ابن مسعود) انه دخل فی المسجد و الامام فی الصلٰوة فصلّی رکعتی الفجر۔ عن ابی عثمان الانصاری قال جاء عبداللّٰه بن عباس و الامام فی صلٰوة الغداة و لم یکن صلی الرکعتین فصلی عبداللّٰه بن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معهم۔ عن ابی الدرداء انه کان یدخل المسجد و الناس صفوف فی صلٰوة الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلٰوة (شرح معانی الآثار، ج۱، ص۲۲۰)

احادیث میں فجر کی دو رکعت سنت کی اہمیت:

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر سے پہلے چار اور فجر سے پہلے دو رکعت (سنت) ہمیشہ پڑھی ہیں۔ (بخاری شریف،

ج ا،ص ۱۵۷)

۲۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا فجر کی دورکعت دنیا و مافیھا سے بہتر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ فجر کی دورکعت (سنت) مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔ (ج ا،ص ۲۵۱)

۳۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا فجر کی سنتوں کو نہ چھوڑو اگر چہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔ قال علیہ السلام: لا تدعوھما و ان طردتکم الخیل (ابو داؤد، ج۱، ص۱۷۹)

آثارِ صحابہ سے سنت الفجر کی اہمیت:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ مسجد میں داخل ہوئے اور امام نماز فجر پڑھا رہا تھا تو حضرت عبداللہ نے (نماز فجر میں شریک ہونے سے پہلے) دورکعت سنت پڑھیں۔ (شرح معانی الآثار)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما (مسجد میں) آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا اور حضرت نے ابھی صبح کی سنتیں پڑھی نہیں تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ نے پہلے سنت پڑھ کر پھر جماعت میں شرکت فرمائی۔ (حوالہ بالا)

۳۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہٗ مسجد میں آئے تو نماز شروع تھی آپ نے مسجد کے گوشہ میں پہلے دورکعت (سنت) پڑھیں پھر جماعت میں شریک ہوئے۔ (حوالہ بالا)

عندالاحناف سنت الفجر کی اہمیت:

۱۔ اگر امام کے ساتھ التحیات ملنے کی امید ہو تو بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، کما صرّحہٗ العلامۃ الشامی فی الرّد۔

۲۔ سنت مستقیمہ یہی ہے کہ فجر کی سنتیں گھر میں پڑھی جائیں اور اوّل وقت میں پڑھی جائیں اور پہلی رکعت میں قل یایھا الکفرون دوسری میں قل ھو اللّٰہ احد پڑھی جائے، کما فی الشامیہ و البحر و الخلاصہ۔

۳۔ اگر گھر سے رہ جائیں تو حدودِ مسجد سے باہر پڑھی جائیں اگر خارج مسجد مناسب جگہ (حجرہ وغیرہ) نہ ہو تو مسجد کے کسی گوشہ یا ستون کی آڑ میں امام اور مقتدیوں کی صف سے ہٹ کر پڑھی جائیں وگرنہ کراہت شدیدہ ہوگی ہاں اگر مسجد تنگ ہو تو مقتدیوں کی صف میں کھڑے ہو کر پڑھنے کی بھی گنجائش ہے لیکن اس میں بھی کراہت ہے۔

۴۔ مزید صبح کی سنتوں میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر صبح کی نماز فرض کے ساتھ سنت بھی رہ گئی تو زوال آفتاب (نصف النھار عرفی ای نصف من طلوع الشمس الی غروب الشمس) سے قبل سنت و فرض دونوں پڑھ سکتے ہیں (بعد میں صرف فرض کی قضا ہوگی) اگر صرف سنت رہ گئی تو طلوع آفتاب سے قبل ادا کرنا بالاجماع شرعاً درست نہیں کیونکہ یہ دورکعت سنت نفل ہو چکے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل نفل مکروہ تحریمی ہیں لہٰذا طلوع آفتاب کے (دس منٹ) بعد پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے نیز بخاری شریف میں ہے، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کوئی نماز (نفل) صبح کے بعد جائز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔ (بخاری شریف، ج ا،ص ۱۸۲،۱۸۳) اور ترمذی شریف میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے فجر کی دورکعت (سنت) نہ پڑھی ہوں تو وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھے۔ (ج ا،ص ۵۷)

خلاصہ:

تحریر مذکور سے ثابت ہوا کہ دیگر مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی فقہ حنفی کا مقرون باحادیث الرسول وآثار الصحابہ ہے، فنحمد اللّٰہ و نشکر اللّٰہ علیٰ ھذا المسلك المنصور بطریق ابی حنیفۃ فی الارض یوضع لہٗ القبول، و نحن نتبع اصحّ ما ثبت عن الرسول المقبول (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

جامع ترمذی شریف کی روایت کا حل:

متعدد وجوہ سے مسئول عنھا روایت قابلِ استدلال نہیں:

۱۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد اس کے خلاف باب قائم کر کے صحیح صریح مرفوع متصل روایت (یعنی صبح کی سنت رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جائیں) ذکر کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ محمد بن ابراھیم والی روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔(ترمذی، ج۱ص۵۷)

۲۔امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث کے بارے میں انما یروی ھذا الحدیث مرسلًا ...... و اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل لم یسمع محمد بن ابراھیم التیمی من قیس (ج۱، ص۵۷) یہ حدیث مرسل ہے جبکہ فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنت پڑھنے سے منع کی حدیث صحیح بخاری کی مرفوع متصل صحیح السند ہے جو عند المعارضہ ہرطرح راجح ہے اور ترمذی کی روایت مرجوح ہوگی، کما ھو الظاھر علٰی من لہٗ ادنٰی مما رسة بالعلوم۔

۳۔محمد بن ابراھیم کی روایت محض تقریر رسول ہے جبکہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کی مخالف روایتیں قولِ رسول ہیں، عند المعارضہ محدثین کے نزدیک قول رسول کو ترجیح ہوتی ہے، کما فی کتب اصول الحدیث۔

۴۔جس صحابی کو بعد نماز فجر قبل طلوع الشمس پڑھتے دیکھا ان کو صریح الفاظ میں اجازت نہیں دی ورنہ دوسرے صحابہ بھی اس اجازت پر عمل کر لیا کرتے پس ممانعت اپنے حال پر ہے، بعض روایات میں ہے کہ ان کو دیکھ کر اور جواب سن کر فرمایا: فلا اذن۔ جس کا مطلب شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر یہ سنتیں پہلے نہیں پڑھی تھیں تب بھی ان کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں اس سے استدلال اور صریح حدیث ممانعت والی کا ترک اصولاً درست نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ، ج۱۵، ص۶۸، قدیم ایڈیشن)

۵۔غیر مقلدین کو مرسل روایت پیش کرنے کا حق ہی نہیں کیونکہ غیر مقلدین کے مشہور عالم میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: ''سند متصل مسلسل ہی قابل اعتماد ہے''۔(معیار الحق، ص۱۹) فافھم فانہٗ دقیق و بالتامل حقیق۔ نیز غیر مقلدین خود تو ہر بات کے اثبات میں بخاری شریف سے حوالہ طلب کرتے ہیں مگر اس مسئلہ میں خود بخاری شریف کو چھوڑے ہوئے ہیں، یا اسفٰی علٰی ھذا الفھم السقیم، و الیس منھم الرجل القویم

فقط واللہ المستعان و علیہ التکلان

کتبہ العبد محمد اعظم ہاشمی غفرلہٗ الرحمٰن

خادم دار الافتاء مدرسہ تعلیم الاسلام، سنت پورہ فیصل آباد

۱۵رذوالحجہ ۱۴۲۵ھ



(جاری ہے......)

تصدیق

استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ حضرت مفتی سیّد عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم

صدر مفتی جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

الجواب بهذا التفصيل صحيح و المجيب نجيح

احقر عبدالقدوس ترمذی غفر لہٗ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۱۴۲۵/۱۲/۲۳ھ

دارالافتاء
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا